دینی امور میں اختلاف......آسان دستور العمل

محمد راشد صاحب

انسان کی عقل محدود ہے، حقیقت تک رسائی میں اس سے علمی وعملی غلطیوں کا صدور بھی ممکن ہے، جس کی بنا پر وہ حق یعنی صراطِ مستقیم سے دور ہوسکتا ہے۔ اسی طرح دینی امور میں شک یا اختلاف کی وجہ سے وہ اعتدال کی راہ سے ہٹ سکتا ہے۔ آج دین سے دوری اور علماء حق سے اعراض کی وجہ سے بہت سے بندگانِ خدا دین کی حقیقی تشریح وتعبیر سے محروم ہیں۔ ہر جماعت اور فرقہ خود کو اہلِ حق سمجھتا ہے۔ زیرِ نظر دستور العمل میں ایسی ہدایات درج ہیں جن پر اہتمام سے عمل کیا جائے تو راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا انسان صراطِ مستقیم اور دینی امور میں اختلاف میں مبتلا راہِ اعتدال کی منزل تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

ا:......غور وفکر

راہِ حق اور طلبِ ہدایت کی تلاش میں سب سے پہلے غور وفکر کا اہتمام ضروری ہے۔ جتنی کوشش آپ حکیم، ڈاکٹر اور وکلاء کے انتخاب اور علاج معالجہ ومقدمہ کی پیروی میں کرتے ہیں، اتنی کیا اس سے آدھی تہائی بھی اگر طلبِ دین میں کریں گے تو آپ کو حق کا راستہ ضرور مل جائے گا۔ دیکھو مسئلہ یہ ہے کہ اگر جنگل میں چار آدمی ہوں اور نماز کا وقت آجائے اور قبلہ نہ معلوم ہوسکے تو ایسی حالت میں شرعاً جہتِ تحرّی قبلہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خوب سوچ لینا چاہیے، جس طرف قبلہ ہونے کا ظن غالب ہو اسی طرف نماز پڑھ لینی چاہیے۔ اب (اگر چاروں میں سے ہر ایک نے الگ الگ سمت کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی تو) یہ بات صریحاً ظاہر ہے کہ سمت صحیح کی طرف چاروں میں سے صرف ایک ہی کی نماز ہوئی ہوگی، لیکن عند اللہ سب ماجور ہیں اور قیامت میں کسی سے یہ سوال نہ ہوگا کہ تم نے نماز غیر قبلہ کی طرف کیوں پڑھی تھی؟ وجہ یہ ہے کہ سب نے قصداً اتباع قبلہ ہی کا کیا ہے۔ اس نظیر سے ثابت ہوگیا کہ اختلاف کی حالت میں جس کا بھی اتباع کیا جائے گا حق تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول ہے۔

آسان طریقہ ترجیح کا یہ ہے کہ دونوں فتویٰ دینے والوں کو دیکھے اور دونوں کے حالات پر غور کرے، اس کے نزدیک جو متقی اور پرہیزگار ثابت ہو، اس کے فتویٰ کو ترجیح دے اور اسی پر عمل کرے۔ غور وخوض کے بعد

ضرور تم پر حق واضح ہو جائے گا۔ طالب صادق کی تائید حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور اگر بالفرض تلاش سے بھی فیصلہ نہ ہو اور کسی فریق کی ترجیح سمجھ میں نہ آئے اور تمہارے نزدیک دونوں علم وتقویٰ میں برابر ثابت ہوں تو اس صورت میں جس طرف دل گواہی دے اس طرف جاؤ۔ (مواعظ اشرفیہ، ج:۲۶، ص:۱۴۲، ۱۴۳)

۲:......اہتمامِ دعا

دستورالعمل کا دوسرا نمبر دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے، دراصل انسان کی ساری کاوش اور کوشش اس وقت رنگ لاسکتی ہے جب خالق کل اس میں اثر ڈالیں۔ انسان ہدایت کی تلاش میں ہو یا حق راستہ معلوم کرنا چاہتا ہو، دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوب التجاء وزاری، تضرع وعاجزی سے رونی صورت بنا کر بھکاری بن کر ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ! حق وباطل اور ان اختلافی امور میں تو ہی مجھے سیدھا راستہ دکھانے والا ہے، تو ہی مجھے راہ دکھا، تو ہی مجھے صراط مستقیم کی دولت سے مالا مال فرما، تیرے چاہے بغیر اور تیری رہنمائی کے بغیر میں افراط وتفریط میں پڑ کر گمراہیوں کے گڑھوں میں گر جاؤں گا، تو مجھے صحیح راستہ دکھلا، دل سے ذیل کی دعاؤں کے ساتھ معمول بھی ہو:

۱:.....’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔‘‘

۲:.....’’اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِکَ۔‘‘

۳:.....’’أَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔‘‘

ایک نومسلم کا بیان ہے کہ جب میں نے مذہب حق کو تلاش کرنا شروع کیا تو مجھے ہر مذہب میں حق کی جھلک نظر آتی تھی، جس سے میں پریشان ہو گیا، آخر میں نے یوں دعا کی کہ اگر آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا کوئی ہے تو میں اس سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے۔ بس یہ دعا کرتے ہی دو چار دن نہ گزرے تھے کہ اسلام کا حق ہونا مجھ پر واضح ہو گیا۔ صاحبو! دعا بڑی چیز ہے۔ افسوس! ہم لوگوں نے اس کو آج کل چھوڑ دیا۔ دعا میں ایک نفع اور بھی ہے کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے یہاں معذور سمجھا جائے گا، کیونکہ جب اس سے سوال ہوگا کہ تم نے حق کا اتباع کیوں نہیں کیا؟ تو یہ کہہ دے گا کہ میں نے طلب حق کے لیے بہت سعی کی اور اللہ تعالیٰ تو ایک ہی تھے، میں نے اس سے بھی عرض کر دیا تھا کہ مجھ پر حق واضح کر دیا جائے، اب میں دوسرا ہادی کہاں سے لاتا؟ یہ بات میں نے علی سبیل التنزیل کہی ہے، ورنہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص دل سے دعا کرتا ہے وضوحِ حق اس پر ہو ہی جاتا ہے، اس کے خلاف ہوتا ہی نہیں، پس دعا کو ہرگز ترک نہ کیا جائے۔

ضمیر وقلب کی سلامتی ہو تو سچی بات یہی ہے۔ ہم نے صراط مستقیم اور راہ حق کو پانے کے لیے کبھی خدائے پاک سے نہ تو گڑگڑا کر دعا کی ہے اور نہ ہی التجاء کی ہے، بلکہ جو جس نظریے اور خیال کا حامل ہے، بس وہ سمجھتا ہے کہ یہی حق ہے، خدا کی طرف رجوع کو نہ وہ ضروری سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کی

کوشش کرتا ہے، حالانکہ خود اہل حق بھی باوجود حق پر ہونے کے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کی دعا مانگنے کے محتاج ہیں۔ ان شاء اللہ! جو بھی خلوصِ دل سے ایک مدت تک غور وفکر کے بعد خدا تعالیٰ سے دعاؤں کا اہتمام کرے گا، وہ ضرور کامیاب ہوگا، ورنہ قیامت کے دن عذر تو کرسکے گا کہ یا اللہ! میں نے تو تلاش حق کے لیے اپنی سی کوشش کی تھی۔

۳: ......تقویٰ

دستور العمل کا تیسرا نمبر تقویٰ ہے، عام فہم معنی اس کے گناہوں سے بچنے کے ہیں، گناہوں سے بچنے کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کو حق و باطل کی تمیز نصیب کی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''إِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا۔''

علم حقیقی اللہ کا نور ہے، یہ خدا کے نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔ دوسرے جو شخص کبیرہ وصغیرہ اور ظاہری وباطنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے، اس کی منجانب اللہ رہنمائی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کا فرماں بردار ہو اور گمکردہ راہوں میں بھٹک رہا ہو، بلکہ اللہ پاک اپنے فضل وانعام سے اُسے سیدھی راہ پر خود ہی کھینچ لاتے ہیں۔ اگر آپ حقیقی معنوں میں حق کے طالب ہیں تو پھر تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں، دیکھیں چند یوم میں تمام تاریکیاں مٹتی نظر آئیں گی، ظلمتیں بھاگتی نظر آئیں گی، حق روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا۔ ہم خدا کی نافرمانی بھی نہ چھوڑیں، اپنے خالق مالک سے راہِ حق کی دعا بھی نہ کریں، غور وفکر کی زحمت بھی گوارا نہ کریں، ایسوں کو کیا طالب حق کہا جاسکتا ہے؟!

گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے روکنے کی بھی فکر اور کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ نہی عن المنکر چھوڑنے سے حدیث شریف میں ''وحی کی برکات'' سے محرومی کی خبر دی گئی ہے، تو جو آدمی وحی کی برکات سے محروم ہے وہ قرآن وحدیث کے صحیح مطالب کیسے سمجھ سکتا ہے؟ گناہوں کو دیکھ کر خاموش رہنے والا اس دولت سے محروم رہتا ہے، لہٰذا گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو گناہوں سے منع کرنا بھی ضروری ہے، حدیث شریف میں صاف آتا ہے:

''وإذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي''۔

''یعنی جب امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی''۔ (فضائل تبلیغ، ص:۱۸)

۴: ...... بے ادبی سے پرہیز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی آراء کا اختلاف ہر اہل علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابیؓ کی رائے کو اختیار کرلیتی تھی اور کوئی ان کے بالمقابل دوسری جماعت دوسرے صحابہؓ کی

رائے پر عمل کرتی تھی۔ لیکن صحابہؓ وتابعینؒ کے تو پورے خیر القرون میں، اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی اس کا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں۔ ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل یا سب وشتم، توہین، استہزا اور فقرہ بازی کا تو ان مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔ (وحدت امت)

پھر اہل علم کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنا کتنی سخت محرومی کی بات ہے، حالانکہ اتباع کا منصب یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس سے عقیدت ہو اور اس کا عالم باعمل ہونا محقق ہو جائے اس کے ارشادات پر عمل ہو۔ ہماری ساری محبت کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے بڑے کی حمایت میں دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دیں۔ یہ کتنا بڑا جرم ہے؟! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔‘‘ تو خوب سمجھ لو کہ اللہ جل شانہ سے لڑائی کر کے دنیا میں کون شخص فلاح پا سکتا ہے؟ اور آخرت کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

نئی تعلیم نے آزادیِ رائے کا خوبصورت عنوان دے کر ہماری جس متاعِ گرانمایہ پر پہلی ضرب لگائی وہ اسلاف کی عظمت ہے اور ان پر اعتماد کھو کر ہم شکوک واوہام کی راہوں پر بھٹکنے لگے، جن مسائل میں اسلافِ امت کا خود اختلاف ہے ان میں آپ جس کو علم وتقویٰ کی رو سے زیادہ افضل سمجھیں اس کے قول وعمل کو اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے مختلف رائے رکھنے والے بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی بدبختی کی علامت ہے۔

صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ اللہ سے بندہ کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمۂ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لیے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی مرغوب اور لازوال نعمت ہے اور جس چیز سے خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لیے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں، ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، مگر کوئی شخص علاج کروانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑنے سے نہیں رکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلافِ علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے۔ یقیناً سچے عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن وتشنیع سے باز رہے۔

حاصل تحریر

انسان کے ذمہ سعی اور کوشش ہے، یہ ثمرات حصول ہدایت اور حق کے پانے میں سعی وکوشش کی ذیل سے ہیں۔ جس طرح مادی مقاصد کے حصول کے لیے سعی وکوشش، دوڑ دھوپ اور فکر واہتمام کیا جاتا ہے، اسی

طرح امورِ آخرت میں بھی ایسی ہی لگن سے کام کیا گیا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ ہدایت اور راہ حق پا جائیں۔ منزل تک پہنچنے کا علم تو اللہ کو ہوتا ہے، لیکن منزل تک پہنچنے کے ذرائع بس، ویگن، کوچ، ٹرین وغیرہ جیسے اسباب تو اختیار کیے جاتے ہیں، پھر معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں صحیح اسباب اختیار کرنے والوں کو کوئی بھی ملامت کا نشانہ نہیں بنایا کرتا۔ بالکل اسی طرح ان ہدایات پر عمل کرنے والا بھی اگر راہِ حق نہ پا سکا، تو ان شاء اللہ! خدا کی رحمت سے امید یہی ہے کہ اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

معاملہ آخرت کا ہے، اگر صحیح عقیدے اور صحیح نظریات کے ساتھ خدا سے ملنے کی خواہش اور تڑپ ہے اور آپ یہ صدقِ دل سے چاہتے ہیں کہ میں خدا کے سامنے سرخرو ہو کے ملوں، مجھے اپنے پالنے والے کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، تو آج سے ہی اس دستور العمل پر بسم اللہ پڑھ کر عمل شروع کر دیا جائے، ان ہدایات پر عمل اس بات کا ثبوت ہوگا کہ آپ واقعی حق کے متلاشی ہیں، مرنے سے پہلے اللہ سے معاملہ درست کر لینا چاہتے ہیں۔ اور اگر اس تحریر کو پڑھ کر رکھ دیتے ہیں، عمل کے لیے آمادگی نہیں ہوتی اور ان ہدایات پر عمل کی اتنی تکلیف برداشت کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ آپ تلاشِ حق کے لیے فکرمند اور مخلص نہیں۔

مقام حیرت ہے کہ بعض واقعی مخلصین احباب کو تلاشِ حق میں متردد اور پریشان دیکھا ہے، وہ عمر کا بیشتر حصہ حیرانی و پریشانی میں گزار دیتے ہیں، لیکن اس دستور العمل کو اپنانے کی کوشش نہیں کرتے، ہدایت تو اللہ کے قبضہ میں ہے، لیکن تلاشِ حق کے لیے یہ متذکرہ بالا ہدایات جو اکابر کی کتب سے چھان بین کر جمع کی ہیں، اگر ان ہدایات پر صحیح عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ! تلاشِ حق میں سرگرداں دوستوں کو پوری یکسوئی اور دلجمعی نصیب ہو جائے گی۔ اتنا ذہن نشین رہے کہ مذکورہ دستور العمل کی جب چاروں ہدایات پر عمل کریں گے تو صحیح اور پورا فائدہ ہوگا، ورنہ نسخہ کے تمام اجزا پر عمل نہ کرنے کی صورت میں کامل صحت اور پوری شفاء کی ضمانت نہیں ہوا کرتی، لہٰذا مذکورہ دستور العمل کے سب اجزا کا اہتمام ضروری ہے۔

سطور بالا میں بیان کیا گیا دستور العمل سب کے لیے یکساں مفید ہے، یعنی جو کسی کجی وزیغ میں مبتلا ہوگا، یا راہِ اعتدال سے ہٹا ہوا ہوگا، وہ اس دستور العمل کی برکت سے صراط مستقیم کی طرف لوٹ آئے گا۔ اگر وہ خدا کے فضل وکرم سے صراط مستقیم پر پہلے ہی سے گامزن ہے تو اُسے مزید ثبات اور ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ لہٰذا یہ نسخہ کسی خاص گروہ، جماعت یا فرقے کے لیے نہیں، بلکہ یہ سب کے لیے قابل استعمال ہے اور سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دستور العمل پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

www.banuri.edu.pk